

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آنے والے کیلئے کھڑے ہونے اور اسے لوس دینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

## الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السوال

و علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

ا! الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، آما بعد

اولاً: جہاں تک آنے والے کیلئے کھڑے ہونے کا تعلق ہے تو اس کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے برا مفصل جواب دیا ہے جو اولاد شرعیہ برمنی سے امداد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اسے ہی ذکر دیں کیونکہ اس سے مقصود پورا ہو جاتا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

نبی ﷺ کے عمد مبارک میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور خلفاء راشدین کی یہ عادت نہ تھی کہ وہ جب بھی نبی ﷺ کو بخیں تو کھڑے ہو جائیں جسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں بلکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَخْبَتْ إِيمَنَمِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقْتُلُوهُمْ إِنَّمَا يُقْتَلُونَ مِنْ كَرَبَّةٍ لِذَلِكَ) (جامع ترمذی، الادب، باب ماجاء فی کراہیت قیام الرجل للرجل ح: 2754)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نبی ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی شخص محظوظ تھا مگر اس کے وجود وہ آپ کو بخی کر کھڑے ہوئے ہیں: ہوتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسے ناپسند فرماتے ہیں۔ بعض اوقات وہ عرصہ بعد آنے والے کسی شخص کے استقبال کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے جسا کہ نبی ﷺ سے مردی ہے کہ آپ عمرہ کے لیے کھڑے ہوئے اور جب سعد بن معاذ آئے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ لپٹے سردار (کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔) صحیح البخاری، الاستیدان باب قول النبي ﷺ (قولوا لی سیدکم) (صیہ: 6262 و صحیح مسلم ابہاد، باب جواز قتال من نقض العهد۔۔۔) ن حديث 1768

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس لیے آئتے تھے تاکہ بنی قریظہ کا فیصلہ کریں انہوں نے آپ کے فیصلے کو قبول کرنے کے لیے رضا مندی کا اظہار کر دیا تھا۔

لوگوں کو بھی یہی بات زیب دیتی ہے کہ وہ اسی کی اتباع کریں جو رسول اللہ ﷺ کے عمد میں سلفت کا عمل تھا کیونکہ وہ خیر القرون ہیں اور سب سے بہتر سیرت رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے لہذا کوئی شخص خیر الوری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت سے اعراض کر کے کسی اور طریقے کو اختیار نہ کرے معزز آدمی کو بھی چاہیے کہ وہ لپٹنے ساتھیوں کو یہ تلقین کرے کہ وہ اسے جب بھی بخیں تو کھڑے ہوئے ہو جاؤں الی کہ ایسی ملاقات ہو کہ وہ سفر سے واپس آیا ہو۔

سفر سے واپس آنے والے شخص کے استقبال کیلئے کھڑا ہو، بھی بات سبب اور جب لوگوں کی یہ عادت ہو کہ آنے والے شخص کی کھڑے ہو کر عزرت افزائی کی جاتی ہو اور اگر اس سے تک کر دیا جاتے تو وہ یہ سمجھے کہ اس سے اس کے حق کو ترک کر دیا گیا ہے یا اس کے مرتبہ کو کم کر دیا گیا ہے اور اسے یہ علم نہ ہو کہ لوگوں کی یہ عادت سنت کے موافق ہے تو زیادہ مناسب بات ہی ہے کہ اس کے لیے کھڑا ہو جائے کیونکہ آپ کی اشت و محبت کے لیے اور باہمی بغض و نفرت کے ازالہ کے لیے زیادہ موزوں ہے اور اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ لوگوں کی عادت سنت کے موافق ہے تو پھر ترک قیام میں اس کے لیے کوئی تکلیف و بات نہ ہو گی اور اس قیام سے مراد وہ قیام نہ ہو گا جس کا نبی ﷺ فرماتا ہے کہ اس فرمان میں ذکر آیا ہے:

جس شخص کو یہ بات خوش لگے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں تو اسے اپنا تحکماً جنم سمجھنا چاہیے۔

(مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَمْتَلَّ لَهُ الرِّجَالُ قَيَّا فَلَيَمْتَلَّ مَقْتَدَهُ مِنَ النَّارِ) (جامع ترمذی، الادب باب ماجاء فی کراہیت قیام الرجل للرجل ح: 2755)

”بُنْ شَخْصٌ كَوَيْدَ بَاتَ خَوْشَ لَكَ لَكَ لَوْگُ اسَكَلَيْ کھڑے ہوں تو اسے اپنا تحکماً جنم میں سمجھنا چاہیے۔“

کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہیں جب کہ وہ خود بیٹھا ہو، اس سے مراد کسی کی آمد پر کھڑا ہونا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قفت ایہ اور قفت لم میں اہل علم نے فرق کیا ہے۔ آنے والے کے لیے جب کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے تو وہ دونوں برابر ہوتے ہیں لیکن بیٹھے ہونے کے سامنے کھڑا ہونے کی صورت میں دونوں برابر ہوتے۔ صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے جب اپنی بیماری کی وجہ سے میٹھ کر نماز پڑھانی اور حجہ کرنا ہوتا ہے اور اس طریقے کو کھڑے ہو کر پڑھنا چاہتی تو آپ نے انہیں بھی میٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا

(لَا تَعْطُونِي لِي يَعْظِمُ الْعَالَمُ بِعْضًا بِعْضًا)) (لم اجده بدہ اللاظظ، و منہا موجود فی صحیح مسلم، الاصلا، باب استقام المأمور باللام، ح: 413)

”تم سیری اس طرح تقطیم نہ کرو جس طرح عجی لوگ آپس میں ایک دوسرے کی تقطیم کرتے ہیں۔“

آپ نے انہی نماز میں بھی اس وقت کھڑے ہونے سے منع فرمایا جب کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے تاکہ ان بھی لوگوں کے ساتھ مشاہدت نہ ہو جلپنے بڑوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں جب کہ وہ خود بیٹھے ہوتے ہیں بہر حال سب سے مو زوں بات یہ ہے کہ مقدور بہر کو سش کرتے ہوئے سلف کے اخلاق و عادات کا انتباہ کیا جائے لیکن جو شخص اس کا خیال نہ کرے اور نہ اسے یہ معلوم ہو کہ یہ لوگوں کی عادت ہے اور لوگوں کے بطور احترام کھڑے ہونے کی عادت کی وجہ سے اس کے لیے کھڑے نہ ہونے کی صورت میں مسدت کا پلوراچ ہو تو اس صورت میں کم درج کے مضہ کو اختیار کر کے دونوں میں سے بڑے فاد کو تک کر دیا جائے جسسا کہ ادنیٰ مصلحت کو تک کر کے عظیم مصلحت کو اختیار کرنا واجب ہوتا ہے۔

آپ نے جو ذکر فرمایا ہے اس کی مزید صاحت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اس قسم سے بھی ہوتی ہے جو صحیحین میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی اور ان کے دونوں ساتھیوں کی توہہ کو قبول فرمائی اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف دوڑ کر آئے اور سلام کیا اور توہہ کی قبولیت کی مبارک بادوی

تو نبی ﷺ نے انہی اس سے منع نہیں فرمایا تھا (صحیح البخاری، باب حدیث کعب بن مالک، حدیث: 4418 و صحیح مسلم، التوبہ، باب حدیث کعب بن مالک و صاحبہ، حدیث: 2769) اس سے معلوم ہوا کہ آنے والے کے استقبال مصافحہ اور سلام کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے۔ اسی طرح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ جب اپنی نبیت مکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں تو آپ بھی ان کے لیے کھڑے ہوتے ان کے ہا تھوڑے پوکریتے اور انہیں اپنی گلہ بخاہیتے ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ عنہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے (جامع الترمذی، الناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمۃ (بنت محمد ﷺ) رضی اللہ عنہا، حدیث: 3872)

ثانیاً: جہاں بک لوسہ دینے کا تعلق ہے تو نبی ﷺ سے اس کا جواب اشارت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ زید بن حرشہ میں میں آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تشرفت فرماتھے وہ آئے تو انہوں نے دروازے برداشت دی رسول اللہ ﷺ نے اس وقت صرف تبند باندھا ہوا تھا آپ نبند کو گھستی ہوئے اس طرح باہر تشرفت لے گئے کہ ایسی حالت میں اس سے پہلے یا بعد بھی میں نے آپ کو نہیں رسکھا تھا۔۔۔ آپ نے زید کو گلہ لگایا اور بوسہ دیا۔ اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ عنہ نے حسن قرار دیا ہے (جامع الترمذی، الاستیدان، باب ما جاء فی المعاشرۃ، حدیث: 2732) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ باہر سے آنے والے کے استقبال کیلئے ایسا کرنا جائز ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حسن کو بوسہ دیا تو اقرع بن حامیس نے کہا کہ میرے تو دس بیٹیں میں مگر میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

(من لاير حم لاير حم) (صحیح البخاری، الأدب، باب رحمة الولد و تقبيله و معانقته، ح: 5997 و صحیح مسلم، الفضائل، باب رحمة ﷺ الصبيان والعيال۔۔۔ ح، ح: 2318)

”جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔“

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ شفقت و رحمت کے طور پر بوسہ دینا جائز ہے جب کہ دلیل سے یہ ثابت ہے کہ عام ملاقات کے وقت بوسہ نہیں دینا چاہیے بلکہ مصافحہ پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ حضرت قباہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصافحہ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔

:حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

(قدباءُ كُلِّ أَنْجَنٍ، وَنَمَّأَوْلَى مِنْ جَاءَ بِالْمَصَافِحَةِ) (سنن ابی داود الادب باب فی المصافحة ح: 5213)

”اہل میں آئے ہیں اور یہ وہ سب سے پہلے لوگ ہیں جنہوں نے مصالح کو اختیار کیا ہے۔“

:حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

(نَمَنْ مُسْكِنِينَ يُنْتَقِيَانِ، فَمَنْخَافَانَ الْأَغْرِفَتِنَا قَبْلَ أَنْ يُنْتَقِيَ) (سنن ابی داود، الأدب، باب فی المصافحة، ح: 5212)

”جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہوئے مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے اگ ہونے سے پہلے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔“

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب ہم میں سے کوئی لپٹنے بھائی یا دوست سے مسلسل تکیا اس کے لیے جکھے؛ آپ نے فرمایا نہیں کیا اس کے ہاتھ کو بکڑے اور اس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے (جامع الترمذی، الاستیدان، باب المصافحة، حدیث: 6263) مگر اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند یہاں ایک راوی حظله سد وی ہے جو اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو دیکھ شاہد کی بناء پر حسن قرار دیا ہو۔ امام احمد بناء ری ترمذی اور کتبہ مکر غوثی میں نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام نے بھی صفویان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ دونہوں نے نبی ﷺ سے ان نور و شن نشویں (بخاری تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں) کے بارے میں سوال کیا اور آپ نے جب ان کے سوال کا جواب دیا تو انہوں نے آپ کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم کو ہمی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی میں (جامع الترمذی، الاستیدان باب ما جاء فی تقبیل الہدی والرجل، حدیث: 2733)

حدیماً عَنِي وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوابِ

## فتاویٰ اسلامیہ

